

امام مہدی، مجددیت اور کشف والہام

سوال :

کتاب ”تجدید و احیائے دین“ جس قدر بلند پایہ ہے اس کا اندازہ تو ”کار تجدید کی نوعیت“ کے عنوان سے تحریر شدہ مضمون اور مختلف مجددین امت کے کارناموں کی تفصیل سے ایک صاحب بصیرت بخوبی کر سکتا ہے۔ تاہم چند پہلو تشریح کے محتاج ہیں اور وہ درج ذیل ہیں :-

(۱) امام غزالی کے تذکرے کے آخر میں تین کمزوریاں جو آپ نے بیان کی ہیں (صفحہ ۱۰۱) یعنی (۱) علم حدیث میں امام کا کمزور ہونا (ب) عقلیات کا غلبہ اور (ج) نقویں کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل ہونا کیا ان کا ثبوت امام کی مشہور کتب احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت وغیرہ سے ملتا ہے؟ اور کیا وہ نقویں جس کا بیان انھوں نے ان کتابوں میں کیا ہے ایک شخص چیز نہیں ہے؟ نیز کیا مجدد وقت کو تمام ہم عصروں کے مقابلہ میں علم صحیح زیادہ نہیں دیا جاتا؟ اگر نہیں تو زمانے بھر میں اس کو ایک امتیاز خاص کیوں حاصل ہوتا ہے؟

(۲) مجدد الع ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الع ثانی کے وقت سے شاہ (ولی اللہ) صاحب اور ان کے خلفائے تک کے تجدیدی کام میں کشکی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے نقویں کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا اور ان کو پھر وہی خداداد دی جس سے مکمل بہرہ گیری کرنے کی ضرورت تھی“ (ص ۷۳)

اس کے متعلق بھی یہ باور کرنا مشکل ہے کہ حضرت مجدد اور شاہ صاحب اتنے ناقص البصیرت تھے کہ نقویں کی بیماری کا پورا اندازہ نہ لگا سکے۔ یہ حضرات علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی بطریق کشف والہام سے بھی بہرہ وافر رکھتے تھے۔ پھر ان حضرات نے مجدد ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے جس کا ذکر مولانا آزاد نے اپنے تذکرے میں کیا ہے۔ خود حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ ”دور نبوت سے ہزار سال بعد جو مجدد آیا ہے وہ آپ کی ذات گرامی ہے۔“

ان باتوں کے پیش نظر قدرتی طور پر حسب ذیل سوال پیدا ہوتے ہیں:-

(۱) کیا ان دونوں حضرات کا اعلان مجددیت حکیم خداوندی کے تحت نہ تھا، نیز کشف والہامات جن کا ذکر ان کی تصانیف میں ملتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ آخر وہ مجدد امر شریعی سے ہوئے یا امر مکیونی سے؟

(ب) کیا لوگوں کا یہ خیال صحیح ہے کہ مجدد لازماً اپنے دور کا وہ ممتاز انسان ہوتا ہے جو شریعت کے علوم کا وسیع امرار دین، سب سے بڑا عالم ہو اور قرب الی اللہ ہو؟ اگر ایسا نہیں ہے تو دوسروں کو چھوڑ کر اس کا راجحہم کے لئے اسے کیوں مامور کیا جاتا ہے؟

(ج) مبشرات کی حقیقت کیا ہے؟

(د) کیا یہ حدیث صحیح نہیں کہ صدی کے سرے پر ایک مجدد آئے گا، اور کیا اسے مجددیت کا شعور پہنا ضروری نہیں؟

(۳) سب سے زیادہ جو چیز مجھے کھٹکی ہے وہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کی وہ تحریر ہے جو ص ۵۲ سے شروع ہو کر ص ۵۳ تک ان الفاظ میں موجود ہے: ”مگر واقعہ یہ ہے... بی بی کی صحنک اور اس قسم کی نیازیوں کا سلسلہ خود اس خاندان کی خواتین میں جاری تھا“ اس پر مولانا منظور نعمانی کے اختلافی نوٹ کا حوالہ دے کر آپ نے لکھ دیا ہے کہ ”ممکن ہے کہ یہ بیانات یا ان میں سے اکثر غلط ہوں“ لیکن اس حقتے کو کتاب سے خارج نہیں کیا۔ اب میں گزارش کرتا ہوں کہ جب یہ چیزیں جو شاہ صاحب کے خاندان کا طرف منسوب ہیں حتمی اور یقینی نہیں تو کیوں نہ آپ اس حقتے کو کتاب سے خارج کر دیں؟

(۴) الامام المہدیؑ کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ عام علماء کے بیان سے بہت مختلف ہو گا۔ حالانکہ علماء سے یہ مسئلہ ہے کہ امام کا نام اور نسبت تک علاوہ دیگر علامات کے احادیث میں مذکور ہے۔ وہ خاص ماحول میں اور خاص علامات کے ساتھ نمودار ہوں گے، لوگ ان کو پہچانیں گے اور زبردستی بیعت کر کے حاکم بنائیں گے اور اسی دوران میں آسمان سے آواز آئے گی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ الامام المہدیؑ ہیں۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ ”نبی کے سوا کسی کا یہ منصب ہی نہیں ہے کہ دعوت سے

کام کا آغاز کرے اور نہ ہی کے ہوا کسی کو یقینی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس خدمت پر مامور ہوا ہے۔
مہدویت دعویٰ کرنے کی چیز نہیں، کہہ کے دکھا جانے کا چیز ہے۔ اس قسم کے دعوے جو لوگ کرتے ہیں
اور جو ان پر ایمان لاتے ہیں میرے نزدیک دونوں اپنے علم کی کمی اور اپنے ذہن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں (ص ۱۲۱)
میرا سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا علامات دو کوائف جو اکثر اہل علم مثلاً مولانا شرف علی تھانوی
کی کتاب بہشتی زیور (ملاحظہ ہو) نے بیان کیے ہیں کیا احادیث صحیحہ پر مبنی نہیں ہیں؟ اگر نہیں تو آپ کے بیان
کی پشت پر کون سے دلائل موجود ہیں۔

جواب:

آپ کے سوالات کا جواب دینے کے بجائے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ چند امور کی توضیح کر دوں جن کو سمجھ
لیں سے آپ کی بہت سی الجھناؤں دور بخود صاف ہو جائیں گی۔ اول یہ کہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ ایسا نہیں جس
سے ہم یقین کے ساتھ یہ کہہ سکیں کہ فلاں شخص مجدد تھا اور فلاں شخص نہ تھا۔ یہ تو ایک شخص کے کام کو دیکھ کر بعد کے لوگ
یا خود اس کے ہم عصروں کے یہ قائم کر رہے ہیں کہ وہ مجدد تھا یا نہ تھا۔ اس میں اختلافات بھی بہت کچھ
ہوتے ہیں۔ پہلے زمانہ کے متعدد لوگوں کے متعلق بہت سے اہل علم کی یہ رائے ہے کہ وہ مجدد تھے مگر بعض نے ان
کو مجدد نہیں مانا ہے۔ کوئی خاص بظاہر کسی کے ساتھ بھی لگی ہوئی نہیں ہے جس سے اس کے مرتبے کا یقین ہوتا ہے۔
دوم یہ کہ سجدہ کسی دینی منصب کا نام نہیں ہے جس پر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے باہر شرعی مامور ہوتا
ہو اور اس کو مجدد ماننے یا نہ ماننے سے کسی شخص کے عقیدہ دینی پر کوئی اچا یا برا اثر پڑتا ہو۔ یہ تو ایک لقب ہے
جو کسی آدمی کو اس کے کارنامے کے لحاظ سے دیا جاتا ہے۔ ہمارے علم میں جس شخص نے بھی دین کو از سر نو تازہ
کرنے کی کوئی خدمت انجام دی ہو، ہم اسے مجدد کہہ سکتے ہیں۔ اور دوسرے شخص کی رائے میں اگر اس کا کارنامہ
اس مرتبے کا نہ ہو تو وہ اسے اس لقب کا مستحق ٹھہرانے سے انکار کر سکتا ہے۔ نادان لوگوں نے اس معاملے کو
خواہ مخواہ اہم بنا دیا ہے۔ نبی سلم نے جو خبر دی تھی وہ صرف یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو مٹنے نہیں دے گا بلکہ
ہر صدی کے سر پر ایسے شخص یا اشخاص کو اٹھاتا رہے گا جو اس کے دھندلے ہوتے ہوئے آثار کو پھر سے تازہ
کر دے گا یا کر دیں گے۔ حدیث میں "ہو" کا لفظ عربیت کے لحاظ سے اس بات کا متقاضی نہیں ہے کہ

ضروریہ کوئی ایک ہی شخص ہو۔ اس کا اطلاق متعدد اشخاص پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور حدیث میں کوئی نفاذ ایسا بھی نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ مجدد کو اپنے مجدد ہونے کا شعور بھی ہونا چاہیئے، یا یہ کہ لوگوں کے لئے مجدد کا پورا ہونا بھی ضروری ہے۔

سوم، کسی شخص کے مجدد ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ ہر لحاظ سے مردِ کامل ہے اور اس کا کام انعام سے پاک ہے۔ اس کو مجدد قرار دینے کے لئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ اس کا مجموعی کارنامہ تجدیدی خدمت کی شہادت دیتا ہو۔ لیکن ہم سخت غلطی کریں گے اگر کسی کو مجدد قرار دینے کے بعد اس کو بے خطا سمجھ لیں گے اور اس کو ہر بات پر ایمان لے آئیں گے۔ بنی کی طرف مجدد معصوم نہیں ہوتا۔

چہارم مجدد دین امت کے کام پر ہیں جو تمبر و کیا ہے وہ بہر حال میری اپنی رائے ہے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ میری جس رائے سے چاہے اختلاف کرے۔ میں نے جن دلائل کی بنا پر کوئی رائے قائم کی ہے ان پر آپ کا اطمینان ہو تو اچھا ہے۔ نہ اطمینان ہو تو مضائقہ ہے۔ البتہ میں یہ ضرور چاہوں گا کہ آپ کسی رائے کو رد یا قبول کرنے کا انحصار دلیل اور تحقیق پر رکھیں، اکابر پرستی کے جذبے سے متاثر نہ ہوں۔

پنجم، پچھلے زمانے کے بعض بزرگوں نے بلاشبہ اپنے متعلق کشف والہام کے طریقے سے یہ خبر دی ہے کہ وہ اپنے دونوں کے مجدد ہیں، لیکن انہوں نے اس معنی میں کوئی دعویٰ نہیں کیا کہ ان کو مجدد تسلیم کرنا لوگوں کے لئے ضروری ہے اور جو ان کو نہ ماننے وہ گمراہ ہے۔ دعویٰ کر کے اس کو ماننے کی دعوت دینا اور اسے منوانے کی کوشش کرنا سرے سے کسی مجدد کا منصب ہی نہیں ہے۔ جو شخص یہ حرکت کرتا ہے وہ خود اپنے اس فعل ہی سے یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ فی الواقع مجدد نہیں ہے۔

ششم، کشف والہام وحی کی طرح کوئی یقینی چیز نہیں ہے۔ اس میں وہ کیفیت نہیں ہوتی کہ صاحب کشف کو آفتابِ روشن کی طرح یہ معلوم ہو کہ یہ کشف یا یہ الہام خدا کی طرف سے ہوا ہے۔ اس میں خلط فہیوں کا کم و بیش امکان ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ کشف والہام کے ذریعے سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا، نہ اس ذریعہ علم سے حاصل کی ہوئی کوئی چیز حجت ہے، نہ خود صاحب کشف کے لئے یہ جائز ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر پیش کئے بغیر کسی کشفی والہامی چیز کی پیروی کرے۔